رسائل و مسائل

اتحاد بین المذاہب کی شرعی حیثیت

سوال: اتحاد بین المذاہب کی تحریک متحدہ ہندستان کے زمانے سے جاری ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو مذاہب باطلہ کی تردید سے روکنا ہے اور اسلام کے ناجی ہونے میں شک ڈالنا ہے کہ سب مذاہب اپنی اپنی جگہ سچے ہیں' نہ معلوم کس نے نجات پانی ہے۔ اس تحریک کو مسلمانوں نے نہیں اپنایا اور اس کے اثرات مسلمانوں میں نہیں پھیلے۔ پاکستان میں دینی مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں جب تنظیمات مدارس دینیہ کو سربراہی حیثیت حاصل ہوگئی تو ناروے جو اس تحریک کا بانی مبانی ہے' اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ کے سربراہ امن پسند ہیں ان کی قیادت سے اتحاد بین المذاہب کی تحریک کو موثر بنانا چاہیے۔ چنانچہ ناروے حکومت نے ان کو دعوت دی اور ایک معاہدہ کیا جس میں اعلان کیا گیا کہ:

۱- ہم جنگ جوئی اور دہشت گردی دونوں پر نفرین کرتے ہیں اور تشدد کے اسباب کا بھی خاتمہ چاہتے ہیں۔

۲- قومی سطح پر اپنا فرض جانتے ہیں کہ مختلف مذہبی طبقات کے درمیان امن و سکون کا ماحول سب کے لیے پیدا کیا جائے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ہر فرد کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ پوری آزادی سے اپنے عقیدے' اپنے مذہب اور اپنے مذہبی احکامات کے مطابق عمل کر سکے اور دوسرے عقائد اور مذاہب کی دل شکنی نہ ہو۔

۳- باہمی معاشرتی تعلقاتِ کار کے پروگرام بنائیں گے جن میں تمام مذہبی طبقات کو

کام کرنے کا موقع ملے تاکہ برداشت اور باہمی پیار کا کلچر پیدا ہو۔

۴- ہم تمام مذاہب اور عقائد سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ آیئے ہم سب مل کر مذہبی برداشت، باہمی عزت اور امن و سکون کی فضا پیدا کریں۔

اس معاہدے کے بعد حکومت پاکستان نے اتحاد بین المذاہب کانفرنس کا انتظام کیا جس میں کہا گیا کہ یہودیت، عیسائیت اسلام ایک مجموعے کے تین اجزا ہیں: جس پر دنیاے اسلام خاموش رہی۔ اقوام متحدہ کی سطح پر اسلام اور مغرب کے درمیان فاصلے کم کرنے کے عنوان سے کوشش کی گئی اور اس کے لیے رجالِ کار متعین کیے گئے لیکن اُمت مسلمہ میں شاید ہی کسی نے اس کو غلط قرار دیا ہو۔ اس تسلسل سے ناروے حکومت نے اندازہ لگایا کہ اب مسلمان اسلامی پختگی چھوڑ چکے ہیں وہ عیسائیت سے اتحاد کرلیں گے۔ اس اتحاد کو بروے کار لانے کی خاطر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے۔ ناروے حکومت نے معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کے عقائد اور مذہب کی دل شکنی کی ہے اس لیے تنظیمات مدارس کے اکابر کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اعلان کریں کہ اسلام کا کسی باطل مذہب سے اتحاد نہیں ہوسکتا، اور اعلان کریں کہ ناروے حکومت معاہدہ توڑ چکی ہے اس لیے آیندہ اس عنوان سے بلائی گئی کسی دعوت میں شریک نہ ہوں گے، نیز توہینِ رسالتؐ کے مرتکبین کو نشانِ عبرت بنایا جائے۔

جواب: اسلام اور اُمت مسلمہ کے لیے فکرمندی قابلِ قدر ہے اور علما کا فریضہ ہے۔ آپ کو اس فرض کی ادایگی پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک اس معاہدے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خلافِ شرع ہو۔ جب جنگ برپا نہ ہو تو اس وقت کفار کے جان و مال پر ان کی آبادیوں میں پہنچ کر حملہ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جنگ کے دوران میں بھی بلا اضطرار ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس وقت ہندستان، یورپ اور امریکا کے ساتھ ہم برسرِ جنگ نہیں ہیں، اس لیے ان ممالک کے باشندوں اور ان کی املاک پر حملے کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق اسلامی ممالک ہیں جن پر کفار نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔ ان ممالک کی آزادی کے لیے کفار کی فوجوں پر حملے کرنا جائز ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر استشہادی حملے بھی جائز ہیں، جیسا کہ فلسطین،

افغانستان، عراق اور کشمیر میں یہ سلسلہ جاری ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس شرعی مسئلے کی اچھی طرح وضاحت فرمائی ہے۔ ان کے ارشاد کے مطابق: ''جب لوگ ایک ملک میں رہتے ہوں اور اس ملک کو اپنے طرزِعمل سے اطمینان دلاتے ہوں کہ ہم یہاں کے شہری ہیں اور امن وامان کے ملکی قوانین کو مانتے ہیں، اور لوگوں میں معروف ہو کہ ان کی جان و مال مسلمانوں سے محفوظ ہے اور مسلم اور غیرمسلم دونوں سے انھیں کوئی خطرہ نہیں تو اس عرف کی حیثیت باہمی معاہدے کی ہوتی ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنا معاہدے کی خلاف ورزی کرنا ہے''۔ اس لیے تحریکِ آزادی میں انگریزوں کے گھروں، دفاتر اور ہندوؤں کے مکانات اور دکانات پر حملے روا نہیں سمجھے گئے۔ اب بھی یورپ، امریکا اور بھارت میں مسلمانوں، علما اور عوام کا اتفاق اسی پر ہے۔ حتیٰ کہ قادیانیوں کے خلاف ۹۰ سالہ تحریک کے دوران میں قادیانیوں پر حملوں کا فتویٰ کسی عالم نے نہیں دیا۔ زیرگفتگو معاہدہ اسی قسم کے عرفی معاہدے کا اعلان ہے۔ آپ کو اس کی بعض شقوں سے عیسائیت اور یہودیت کی تعظیم کا جو خدشہ پیدا ہوا ہے وہ درست نہیں ہے۔ معاہدے میں عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کی دل شکنی نہ کرنے کی شق قرآن پاک کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الانعام ۶:۱۰۸) اور (اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

اس سارے معاہدے کی روح یہی آیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ صحابہ کرامؓ کی سیرت اور سلف صالحین کے اخلاقِ حسنہ سے یہی رہنمائی ملتی ہے۔ کفار اور مسلمانوں کے گمراہ فرقوں کے ساتھ رواداری اور مدارات پر تعامل رہا ہے۔ البتہ موالات جائز نہیں ہے۔ اوسلو معاہدہ مدارات اور رواداری پر مشتمل معاہدہ ہے، موالات پر مشتمل نہیں ہے۔ غیرمحارب کفار کو سبّ وشتم کرنا، ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کو حلال سمجھنا کسی بھی دور میں صحیح نہیں سمجھا گیا۔

آپ کا یہ خیال کہ اس معاہدے، کی وجہ سے ناروے حکومت کو توہین رسالتؐ کی جرأت

ہوئی، درست نہیں ہے۔ 'توہین رسالت' تو بش کے اسلام اور مسلمانوں پر کروسیڈ حملے کی ایک کڑی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے۔ ناروے کی حکومت نے تو اس توہین کی مذمت کی ہے اور اس کے صحافی اور حکومت نے معافی بھی مانگی ہے لیکن ہم نے کہا ہے کہ اس صحافی کی یہ معافی اس کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اس کو تعزیری سزا دینا بھی ضروری ہے، نیز ناروے کا صحافی اصل مجرم نہیں ہے۔ اصل مجرم ڈنمارک کا صحافی ہے، باقی تمام یورپین اس کے نقال ہیں۔ البتہ ناروے حکومت پر اس شق کی بنیاد پر جس کو آپ نے نشان زد کیا ہے، دباؤ بڑھایا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اس کے صحافی نے مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے، دیگر بین الاقوامی قوانین اور ناروے کے ملکی قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی بھی کی ہے، لہٰذا اسے ان سب کی خلاف ورزی کی بنیاد پر تعزیری سزا دی جائے۔ (مولانا عبدالمالک)

گھریلو رویے اور تربیت

س: میرے سسرال والوں کا تعلّق تحریک اسلامی سے ہے۔ میں خود بھی تحریک سے وابستہ ہوں مگر ناروا گھریلو رویوں کی بنا پر میں ذہنی اذیت سے دوچار ہوں۔

میری ساس سخت مزاج ہیں۔ وہ مجھے طنز کا نشانہ بناتی رہتی ہیں۔ انھوں نے میری بیٹی کو مجھ سے بعض غلط فہمیاں پیدا کر کے دُور کر دیا ہے، جو مزید باعثِ اذیت ہے۔ کیا ایک ساس کا ایسا رویہ درست ہے؟

کچھ عرصہ پہلے ایک معمولی واقعے سے میری ساس بری طرح ناراض ہوگئیں، جب کہ زیادتی بھی ان کی تھی۔ میں نے ان کی غلط روش پر توجہ دلائی تھی کہ آپ کا رویہ درست نہیں، کچھ تلخی بھی ہوگئی۔ مگر میرے خاوند نے مجھے ہی مجبُور کیا کہ تم معذرت کرو۔ میرے پس و پیش پر انھوں نے مجھے گھر سے نکالنے کی دھمکی دی۔ کیا بیوی کی کوئی عزتِ نفس نہیں ہے؟ کیا اسلام اسے کوئی حق نہیں دیتا؟ کیا تحریک کے ذمے داران کا فریضہ نہیں کہ اپنے رفقا کے رویے کی اصلاح کریں اور ان کو توجہ دلائیں؟